قاضی عبدالسلیم

# ایک موضوع دو مصنف

## "پردہ" پر

## مولانا شرر اور مولانا مودودی کی دو کتابیں

سرسید نے ادب اور معقولات پر جس مجتہدانہ فکر کی طرح ڈالی تھی وہ آگے چل کر سارے ہندوستان کے لئے مشعل راہ بن گئی۔ ان کے بعد کا ہر ادیب اور شاعر، شعوری طور پر سرسید کے افکار عالیہ سے متاثر نظر آتا نظر آتا ہے۔ یوں ایک ایسی ادبی فضا قائم ہو گئی جو اردو ادب کے لئے حد درجہ سودمند ثابت ہوئی، اس عہد کے بیشتر ادیب، شاعر، انشاء پرداز سرسید کے مقلد نظر آتے ہیں، اس سے قبل قومی بیداری کا یہ جذبہ مفقود تھا۔ سیاسی معاشی اور تہذیبی شعور کا بھی فقدان تھا۔ تاریخ ادب کے مطالعے سے ہمیں انفرادی کوششوں کے چند نمونے ضرور نمونے ضرور ملتے ہیں لیکن اجتماعی احساس کو جگانے کی کوئی منظم تحریک نہیں ملتی۔

مولانا عبدالحلیم شرر، سرسید کو اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:-

"ایک زمانہ تھا کہ اہل اسلام اس امر پر اڑے ہوئے تھے کہ عربی پڑھ پڑھ کر ملاگیری کریں گے لیکن ہرگز انگریزی نہ پڑھیں گے، لیکن خدا خدا کر کے

یہ کفر تو سرسید مرحوم کی کوششوں سے ٹوٹا، اس شگفتہ قوم نے اہل اسلام کے ان جاہلانہ خیالات میں وہ تغیر پیدا کیا جس سے ان کی آئندہ ترقی مدِ نظر تھی"۔ لے

اس سے قبل کہ مولانا عبدالحلیم شرر کے فن اور زیر بحث پچھتر سالہ قدیم تصنیف بعنوان "پردہ" پر بحث کی جائے ان کے عہد کا صحیح تعین کرنے کے لیے ان کے حالات زندگی اور سیاسی نیرنگیوں کے تقاضوں پر ایک نظر ڈالی جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔

مولانا عبدالحلیم شرر ۱۸۶۰ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ مولانا کا خاندان دربار شاہی میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کے والد عربی، فارسی اور طب کے جید عالم تھے وہ دربار سے منسلک تھے۔ بیس برس کی عمر میں عربی، فارسی، اردو اور انگریزی پر دسترس حاصل کر چکے تھے۔ ان کے علم و فضل، روشن دماغی اور اجتہاد، کا اندازہ ان کی تصانیف سے ہوتا ہے۔

مولانا کی مقصدیت کا پہلو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ ان کے ہاں رجب علی بیگ سرور جیسی عبارت آرائی سے گریز ملتا ہے، وہ بنیادی طور پر سرسید کے مکتبہ فکر کے مبلغ نظر آتے ہیں۔ وہ انگریزی انشاء پردازی کی خوبصورت، فعال اور جاندار بندشوں کو خوب برتتے ہیں گو کہ تشبیہات اور استعارات میں انہوں نے قدیم انداز کی طرز تحریر کو جاری رکھا مگر وہ روشن خیال اور صاحب فکر انسان تھے۔ ان کی تحریروں میں قومی اور شعوری فکر کے ثبوت جا بجا ملتے ہیں۔

مولانا جہاں بہت بڑے معاشرتی اور اصلاحی ناول نویس تھے وہاں وہ مورخ بھی تھے تاریخ اسلام کو جس طرح انہوں نے اپنی ناول نگاری میں تصرف کے ساتھ پیش کیا یہ ان ہی کا حصہ ہے۔ کہانی اور واقعات میں ربط، کردار، ماحول اور معاشرت میں ہم آہنگی، فقرو مکالموں کا در و بست، محاوروں کی برجستگی اور برمحل استعمال ان کے ہاں قابل تعریف ہے

---

۱۔ پردہ مصنفہ شرر صفحہ ۴۲

ان کی جزئیات نگاری فی الحقیقت منظر کشی معلوم ہوتی ہے۔ ان کے ہاں تحقیق اور تدقیق کا بھی امتزاج ملتا ہے۔ وہ نہ صرف زبان پہ کامل قدرت رکھتے ہیں بلکہ اپنے منفرد اسلوب نگارش کے سبب اردو ناول نگاری میں امتیازی حیثیت کے مالک ہیں۔ تاریخ اور اسلامی ثقافت کے لحاظ سے بلکہ پورے اسلامی عہد کے پس منظر میں ان کی کاوشیں لازوال ہیں۔ ایام عرب، فلورا فلورنڈا، فتح اندلس "آفتاب دمشق" جس میں اسپین کے مسلمانوں کی عظمت گم گشتہ کی طرف اشارہ ہے قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح ان کا ناول "فردوس بریں" بھی اہمیت کا حامل ہے۔

مولانا سریع التصانیف تھے۔ وہ مختلف موضوعات پہ لکھتے رہے ہیں۔ انہوں نے ہر صنف ادب کو آزمایا اور کچھ کو متعارف کرایا۔ ان کی شخصیت بڑی پہلودار تھی۔ وہ متعدد اخبار کے ایڈیٹر بھی تھے۔ منشی نولکشور کے اخبار "اودھ" کی ادارت سنبھالتے ہی اس کی اشاعت کئی گنا بڑھادی۔ انہوں نے اپنی زودنویسی کے سبب مختلف تھے، داستانیں لکھنا شروع کیں تو لوگوں میں ذوق مطالعہ بڑھتا گیا جس کی وجہ سے مولانا کی مقبولیت میں مزید اضافہ ہوتا گیا۔ انہوں نے صرف تاریخی، معاشرتی اور اسلامی ناول لکھے بلکہ اخلاقی اور فکاہیہ کالم بھی لکھے۔ ہمارے خیال میں طنزیہ کالم نویسی کی اساس مولانا عبدالحلیم شرر ہی نے رکھی تھی۔ جس کا اندازہ مولانا کے زیر ادارت اخبارات کی فائلوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ وہ سریع التحریر تھے۔ ان کے اخبار دلگداز کے مضامین ان کی شخصیت کے تنوع اور ان کے علمی تبحر کا ثبوت ہیں۔ وہ بہت جلد ہندوستان کی دنیائے ادب پہ بلا شرکت غیر حکمرانی کرتے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی گرانمایہ تصانیف میں مقصدیت کو کبھی پس پشت نہیں ڈالا۔ وہ سرسید کی تحریک کو زندہ رکھنے کے لئے مسلسل برسرپیکار رہے۔ ان کی چشمکیں بھی ہوئیں، عداوتیں بھی، اکثر ان کی شخصیت وجہ فساد بھی بنی اور ہنگامے بھی ہوئے۔ لیکن وہ کبھی حالات سے خوفزدہ نہ ہوئے۔

انہوں نے صدہا مضامین، قصے اور داستانیں لکھیں جن میں انہوں نے ایک منفرد اسلوب کا تعین کیا۔ وہ اپنی طرز کے خود خالق تھے۔ انہوں نے معاشی، معاشرتی زندگی

کے مسائل کو نہایت عمدگی سے پیش کیا۔ انہوں نے اُردو زبان کے دامن کو ایک معتدبہ ذخیرہ فراہم کیا۔ وہ مختلف موضوعات پر قلم برداشتہ لکھتے تھے۔ ان کے جذبات واحساسات لفظوں کے پیراہن میں ملبوس وعوتِ فکر دیتے ہیں۔ وہ نئی معاشرت اور اس کے نقائصوں کے مبلغ دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے ہاں شاعرانہ تخیل کے ساتھ ساتھ تجربہ اور مشاہدے کا بھی تجزیہ بھی ملتا ہے۔ وہ جو بات کہنا چاہتے ہیں اس کا تاثر اس طرح چھوڑتے ہیں کہ قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ آدمی کے جذبات اور احساسات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اسی طرح وہ مناظر کشی میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور تصرف کے ساتھ جو کچھ پیش کرنا چاہتے تھے بلاکم وکاست وہ سماں باندھ دیتے تھے، یہی ان کی تحریر کا کمال تھا۔ انہوں نے ایسے ایسے عنوانات منتخب کئے جو اس سے پیشتر حیطۂ تحریر میں نہ آئے تھے۔ مثلاً "غریب کا چراغ"، "صحبتِ برہم"، نہیں، ہاں، لالہ خودرو، یادرفتگاں، دیہات کی لڑکی، خواب روشیں وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا شرر اُردو ناول نگاری میں جداگانہ اسٹائل رکھتے ہیں جس کے وہ خود خالق ہیں۔ اگرچہ اصلاحی ناول کی اساس نذیر کے ہاتھوں رکھی جاچکی تھی تاہم شرر نے اس کو مزید زندگی عطا کی، نت نئے موضوعات کو چنا اور کامیاب ناول نگاری کی۔ انہوں نے اُردو میں تاریخی ناول نگاری کی اساس رکھی۔ وہ مسلمانان ہند کی فرسودہ رسومات کے خلاف برسرِ پیکار دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی فعال، جاندار اور موثر تحریروں کے ذریعہ فرسودہ رسومات کے خلاف تحریک چلائی۔ وہ تاریخ، مذہب اور قرآن کی روشنی میں دلائل وبراہین سے تاریخ، تہذیب اور اسلامی معاشرت کے شواہد پیش کرتے ہیں۔ ان کے ہاں زورِ بیان بھی ہے اور فکر کی بلندی بھی، اس کے ساتھ ساتھ محاوروں کی تنظیم اور فقروں کی پختگی بھی ملتی ہے۔ وہ عقلیت حقیقت اور مادیت کے اقتضاء پر سیر حاصل روشنی بھی ڈالتے ہیں۔ بسا اوقات وہ ضعیف اور غیر مصدقہ ذرائع اور احادیث کو پیش کرکے سبکی بھی اٹھاتے نظر آتے ہیں مثلاً ان کا حضرت شہر بانو۔ یا ایک شہزادی حضرت امام حسینؓ کی زندگی کی بابت لکھنا جس کے نتیجے میں مخالفت

کا ایک طوفان اٹھا اور مولانا کو اپنا پرچہ بند کرنا پڑا ۔ ایسے ہی دوسرے واقعات مولانا کی زندگی میں متعدد بار پیش آئے ۔

مولانا تاریخی ذوق کے سبب ناول نگار سے مورخ بن گئے ۔ آپ نے دلگداز میں تا و تحقیقی مضامین سپرد قلم کئے انہوں نے دو تاریخیں بھی رقم کیں ۔ ایک تاریخ سندھ دوسری تاریخ ارض مقدس ، جس میں آنحضرت کی حیات طیبہ ، عربوں کے ایام جہل داستان اور اسلام کی آمد کے تاریخی حالات مندرج ہیں ۔ مولانا کے ناولوں کی صحیح تعد تو معلوم نہ ہو سکی البتہ جملہ تصنیفات ایک سو سے تجاوز کر جاتی ہیں ۔ دلگداز کی آٹھ جل اس کے علاوہ ہیں ۔ یہ مولانا کے مضامین کا مجموعہ ہیں جو اس رسالے میں وقتاً فوقتاً چھپے ان میں بعض یادگار مضامین بھی ہیں ۔ مثلاً " مشرقی تمدن کا آخری نمونہ " قدیم لکھنؤ وغیرہ سر فہرست ہیں ۔

## زیر بحث کتاب اور اس کا تقابلی مطالعہ

مولانا شرر کی شخصیت ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ ایک دلچسپ اور تاریخ ساز بحران دوچار ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جب آپ نے زیر بحث کتاب " پردہ عصمت " کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا جس میں قرآن و احادیث کی روشنی میں مروجہ پردہ کی مخالفت کی ۔ وہ لکھے ہیں کہ موجودہ پردہ مسلمانوں کی تہذیب اور تمدن سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ چ سے ہندوستان میں اپنایا گیا ہے اور ہندو اساطیر سے مطابقت رکھتا ہے ۔ انہوں نے دعو کیا کہ اسلام میں پردہ ساتر اور مہذب لباس کا نام ہے ، انہوں نے قرآن و احادیث کے حوالے پیش کئے ۔ لہذا ان کے خلاف ہر سمت سے صدائیں اٹھنے لگیں مگر انہوں نے اپ کوششیں جاری رکھیں ، نہ صرف یہ بلکہ اس رسالے کے ذریعہ آپ نے تعلیم نسوان پر بھی ز دیا ۔ اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد ہر سمت سے مولانا کی مخالفت میں طوفان امنڈ آ ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے گئے ۔ لیکن مولانا نے اس مخالفت کی پرواہ نہ کی وہ اسی عزم و استقلال کے ساتھ مروجہ پردے کی مخالفت کرتے رہے ۔ ان کا دعویٰ کہ یہ پردہ ہندوستان کی معاشرت کا جزو تو بن گیا ہے لیکن [illegible] کے مذہب سے اس

دور کا بھی واسطہ نہیں ۔ وہ یہ ثابت کرنے کے لئے دلائل اور براہین پیش کرتے ہیں جن کا ہم آگے نہ صرف حوالہ دیں گے ۔ بلکہ عہد حاضر کے ایک جید عالم کے افکار سے اس کا تقابلی مطالعہ بھی پیش کریں گے ۔ مولانا شرر اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مدینہ طیبہ، مصر و شام عرب و عجم اور دیگر ممالک اسلامیہ کی مثالیں پیش کرتے ہیں ۔ مزید یہ کہ سورۃ احزاب کی اس آیت کو ثبوت کے لیے لاتے ہیں جس کا ترجمہ پیش ہے ۔

یعنی "اے نبی اپنی بیبیوں، اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دے، جب باہر جائیں اپنے اوپر چادریں لٹکا دیں اس طریقے سے قرین قیاس [۱] ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی پھر نہ ستائی جائیں گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

مولانا اہل ہند کے مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہتے ہیں "اگر چھیڑنے یا ستائے جانے کا اندیشہ ہے تو وہی طریقہ آپ بھی اختیار کیجئے جو خدا نے بتایا کہ چادریں خوب لپیٹ کے اوڑھ لو اور چلی جاؤ مگر نہیں ۔ آپ اس پردے کو بے پردگی خیال کریں گے ۔

اسی طرح آیت حجاب نازل ہونے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم گھروں سے باہر نکلا کرتے تھے ۔ مولانا لکھتے ہیں کہ وہ عورتیں جن کی تم اس قدر نگہداشت کرتے ہو اور مانند قیدی چہار دیواری میں مقفل رکھتے ہو وہ کسی صورت میں روا نہیں ۔ تم کو ڈر ہے کہ اگر وہ باہر نکلیں گی تو آوارہ ہو جائیں گی حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ خرابی تو محلوں اور بڑی بڑی حویلیوں میں بھی پائی جاتی ہے بلکہ اس کی شدت وہیں ہے ۔ باہر نکلنے والی ادنیٰ درجے کی عورتیں (قصائینی، نائین) ان میں وہ خرابیاں نہ ہونے کے برابر ہیں جن کا اظہار کرتے ہو ۔ تم نے عورت کو محض عضو معطل بنا کر رکھ دیا ۔ آگے لکھتے ہیں "یاد رکھو قرآن کا فیصلہ ہے کہ "بدکار عورتیں بدکار مردوں کے لئے اور بدکار مرد بدکار عورتوں کے لئے ہیں" مولانا مزید لکھتے ہیں "جو لڑکیاں بچپن ہی سے آزاد رکھی جائیں اور کہیں آمد و رفت سے نہ روکی گئیں انہیں تجربہ حاصل ہوگا ۔ حفاظت خود اختیاری اور اپنی عصمت و حرمت

---

۱ ۔ پردہ از مولانا عبدالحلیم شرر صفحہ ۲۹

بچانے کی قوت ان میں پیدا ہو گی اور کبھی نہ بگڑ سکیں گی ۲؎

مولانا عبدالحلیم شرر مزید لکھتے ہیں " دراصل عورتوں کی عزت و آبرو کا اصلی اور الامری محافظ صرف عصمت کا پردہ ہے۔ نہ وہ دکھانے کا جاہلانہ اور رسمی پردہ جو ہم وطنوں میں مروج ہے اور معیار شرافت قرار پایا ہے جس پردے نے پیغمبروں کی بیبیوں اور پیغمبر زادوں کے دامن عفت ایسے پاک صاف بنائے کہ حوروں کے دامن ان کے مقابلے میں میلے نظر آئیں اور ان کے دامنوں پر فرشتے نماز پڑھلیں۔ وہ یہی پردہ عصمت تھا جس کے ہم حامی ہیں نہ وہ حماقت کا ڈھکوسلا جس میں ہمیشہ بے شان نظر آیا کرتی تھی۔

دیدار سے نمائی و پرہیز سے کمی

مولانا مزید لکھتے ہیں کہ " آسٹریلیا کا ایک آزاد مشرب سیاح کلکتہ کی نمائش گاہ کی سیر کرنے کو آیا تھا اس نے واپس جانے کے بعد کلکتہ میں اپنی ایک دن کی سیر کا حال نہایت اختصار اور نہایت ہی لطف کے ساتھ لکھا تھا، "کچھ دن چڑھنے کے بعد وہ گاڑیاں میرے سامنے سے گزرنے لگیں جس میں ہندوستانی عورتیں بند تھیں ایک شخص کوچ بکس پر نہایت فخر و تمکنت کے ساتھ بیٹھا ہے اور مار خزینہ بنا ہوا ہے اس کے تیور بتا رہے ہیں کہ حسن کے جس خزانہ دولت کا وہ نگہبان ہے اس کے قریب تک پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا مگر یہ نہیں دیکھتا کہ وہ جس خزانہ کی حفاظت وہ اس اہتمام سے کر رہا ہے اُسے عورتیں جھلملیوں اور کھڑکی کی دراڑوں سے خود لٹاتی چلی جاتی ہیں "

یہ ہے ہندوستان کا مروجہ پردہ جس کی مولانا شدید مخالفت کرتے ہیں اور وہ حق بجانب نظر آتے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں کہ ایسے پردے کے ہم قائل نہیں، جس کو اجنبی ایک نظر ہی میں اس شان کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ حیران ہوتا ہے لیکن ہمارے لوگ عقل سے عاری ہیں۔ وہ خیال پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ قید بند اور دشواریاں نہ ہوتیں تو وہ اجنبی یہ تماشہ دیکھتا اور نہ اس کا تذکرہ کرتا۔ لیکن خاکہ اڑانے کے سامان تو خود ہم فراہم کرتے ہیں اور پھر

---

۲۔ پردہ از مولانا عبدالحلیم شرر صفحہ ۳۹-۳۷

ردوں کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں ۔

بلاشبہ مولانا شرعی پردے کے قائل تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہماری خواتین مغربی کی آزادی اور بے حیائی اختیار کریں بلکہ شائستگی اور متانت اور نسوانی وقار بہرصورت رہے وہ اپنے عہد کے تنگ پاجامے (چوڑی دار) کو پسند نہ کرتے تھے کہ بغلی تکیہ پر غلاف ادیا گیا ہو اور میانی اس طرح کے غلیل کا دستہ جس میں رانیں اور پنڈلیاں چلتا پھرتا ی اشتہار بن جائیں ۔ تہذیب کے اس پہلو کو انہوں نے کبھی پسند نہیں کیا نہ وہ اس طرح محرم یا چولی گوارہ کرتے ہیں کہ سینے کا ابھار غیر فطری ہو جائے اور نیک بیبیاں مرکز نگاہ جائیں ۔ وہ سادہ شائستہ اور مہذب لباس پسند کرتے تھے یعنی دوپٹہ حسب قاعدہ رہے شریعت بھی اس کی تاکید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ

"جب تمہاری بیبیاں گھروں سے باہر نکلیں تو ان سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور لباس (اوڑھنی وغیرہ) سے اپنا پنڈا ڈھانپ لیں لیکن اس طرح کہ چہرہ کھلا رہے ۔"

## مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا "پردہ" اور تقابلی مطالعہ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اپنی کتاب "پردہ" میں سورہ احزاب کی تشریح اور تفسیر طرح پیش کرتے ہیں :-

جلابیب، جمع ہے جلباب کی جس کے معنی چادر کے ہیں ، اِدناء کے معنی اِرخاء یعنی لٹکانے ہیں ، يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ

لفظی ترجمہ یہ ہوگا " اپنے اوپر اپنی چادروں میں سے ایک حصہ لٹکا لیا کریں " ۔ اس واضح صراحت باوجود مولانا مودودی کے خیال میں اصل پردہ وہی ہے جو زمانہ قدیم میں مروج تھا ۔ مولانا دودی تفسیر بیضاوی ، جلد ۴ صفحہ ۱۶۸ کے حوالے سے فرماتے ہیں یعنی جب وہ اپنی حاجات لئے باہر نکلیں تو اپنی چادروں سے اپنے چہروں اور اپنے جسموں کو چھپا لیں ۔ یہاں لفظ من " تبعیض کے لئے " یعنی چادروں کے ایک حصے کو منہ پر ڈالا جائے اور ایک حصہ کو سم پر لپیٹ لیا جائے ۔ ذٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ [illegible] سے لونڈیوں اور

مغنیات کے درمیان تمیز ہو جائے گی فَلَا یُؤْذَیْنَ اور مشتبہ چال چلن کے لوگ ان
تعرض کی جرأت نہ کر سکیں گے"[1]

یہاں یا تو تسامح ہوا ہے یا پھر مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کے پردہ کا تصور مولا عبد الحلیم شرر صاحب کے نظریہ "پردہ" سے متصادم نظر آتا ہے۔ تاہم ایک بات مشترک پائی جاتی ہے وہ یہ کہ حد اعتدال سے تجاوز دونوں جگہ مقابل مذمت گردانا گیا ہے۔ آگے اسی ضمن میں مولانا مودودی ایک جگہ فرماتے ہیں "جو شخص اسلامی قانون کے مقاصد کو سمجھ ہے اور اس کے ساتھ کچھ عقل عام COMMONSENSE بھی رکھتا ہے اس لئے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ عورتوں کو کھلے چہروں کے ساتھ باہر پھرنے کی عام اجازت دینا ان مقاصد کے بالکل خلاف ہے جن کو اسلام اس قدر اہمیت دے رہا ہے۔"

ایک انسان کو دوسرے انسان کی جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ اس کا چہ ہی تو ہے۔" انسان کی خلقی و پیدائشی زینت یا دوسرے الفاظ میں انسانی حسن کا سب بڑا مظہر چہرہ ہے۔ نگاہ کو سب سے زیادہ وہی کھینچتا ہے، جو بات کو سب سے زیادہ اپیل کرتا ہے صنفی جذب و انجذاب کا سب سے زیادہ قوی ایجنٹ وہی ہے"[2]

مولانا مودودی ایک جگہ لکھتے ہیں :-

اس سے معلوم ہوا کہ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کے حکم قرآنی کا منشاء یہ نہیں ہے کہ عورتیں گھر کے حدود سے قدم کبھی باہر نکالیں ہی نہیں۔ حاجات وضروریات کے لئے نکا کی ان کو پوری اجازت ہے۔ مگر یہ اجازت نہ غیر مشروط ہے نہ غیر محدود۔ عورتیں ا کی مجاز نہیں ہیں کہ آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں پھریں اور مردانہ اجتماعات میں گھل جائیں۔ حاجات و ضروریات سے شریعت کی مراد ایسی حاجات و ضروریات ہیں جنمیں حقیقۃ نکلنا اور باہر کام کرنا عورتوں کے لئے ناگزیر ہو[3] اس کے برعکس، مولانا عبد الحلیم ش

---

[1] پردہ از مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صفحہ ۳۵۲ [2] پردہ از مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صفحہ ۳۵۹
[3] پردہ از مولانا مودودی صفحہ ۳۶۰

کا ارشاد ہے کہ

ہاں البتہ یہ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کو بچپن ہی سے باہر نکلنے کی عادت ڈالو۔ تاکہ وہ علم و فضل حاصل کرکے اور نیز دنیا کے تجربوں سے سبق لے کے اخلاق و تہذیب میں نام پیدا کر سکیں۔ اور ویسی پاک دامن لائق و فائق۔ عقیلہ و محترمہ خواتین بن سکیں جیسی کہ صحابیہ عورتیں اور پیمبر زادیاں تھیں [1]

یہاں مولانا عبدالحلیم شرر صاحب اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے افکار متصادم ہو جاتے ہیں۔ مولانا مودودی خواتین کا بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنا خلاف شریعت قرار دیتے ہیں جب کہ مولانا شرر تاکیداً کہتے ہیں کہ وہ لڑکیوں کو بچپن ہی سے بلا روک ٹوک جانے دو وہ مہذب مجالس ہوں یا مساجد یا کوئی اور جلسہ گاہ، ان کا گھومنا پھرنا آزادی نسواں کا تقاضہ ہے۔ وہ عورتوں کی آزادی کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے ہیں اور پردے کی سخت مخالفت کرتے رہے ہیں۔

اس کے برعکس آج کے یہ زہاد طماع علماء عورت کو اخلاقی، معاشرتی اور اسلام کے نام پہ گھر میں مقید کرنے کی تبلیغ کرتے ہیں۔ وہ عورت کے لئے باہم میل جول اور آپس کی نشست و برخاست کو قبیح و مذموم قرار دیتے ہیں۔ ان کے اس منفی طرز عمل سے معاشرہ کی ترقی یافتہ خاندانوں میں حاصل شدہ آزادی کے پیش نظر متوسط گھرانوں میں پابند سلاسل وقیود پردہ خواتین اور دوشیزاؤں میں سرکشی اور باغیانہ فکر کی طرح پڑ چکی تھی جس کے اثرات سے ان زہاد طماع علماء اور فضلاء کے گھرانے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ بلکہ آج تو ہر نیا فیشن پہلے پہل یہیں رواج پاتا ہے۔ یہ سب اس بے جا روک ٹوک اور ان علما کی فکری پستی کا نتیجہ ہے۔

## فکر میں تضاد

مولانا عبدالحلیم شرر صاحب اور مولانا مودودی صاحب کی فکر میں جا بجا تضاد ملتا

---

[1] پردہ۔ عبدالحلیم شرر صفحہ ۴۰

ہے۔ مولانا مودودی خواتین کا بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنا خلاف شریعت قرار دیتے ہیں اور ساتھ ہی تاکید کرتے ہیں کہ پردہ مکمل اور جامع ہو یعنی برقع ہو، نقاب ڈالی ہو، باہیں عریاں نہ ہوں، پنڈا نظر نہ آئے، بال مخفی ہوں، یہ عین شریعت کا تقاضہ ہے۔ بالفاظ دیگر وہی قدیم مروجہ اور دقیانوسی پردہ درست ہوگا۔

برخلاف اس کے مولانا عبدالحلیم شرر فرماتے ہیں کہ خواتین کو بچپن ہی سے گھر سے باہر جانے کی اجازت دو اور کوئی پابندی عائد نہ کرو۔ وہ خواتین کا مجالس، مساجد، محافل میں جانا آنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ اور پردہ کے باب میں صرف اس پردہ کے خلاف ہیں۔ جو مولانا مودودی یا حکما قدیم کے خیال میں عین شرع ہے۔ شرر صاحب چہرہ کھلا رہنے کی پروا نہیں کرتے، ہاتھ کھلے ہوں تو وہ معترض نہیں۔ البتہ لباس کا مہذب اور شائستہ ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ جس میں ذرا بھی نمائش کا احتمال نہ ہو وہ ہماری خواتین کو بلا روک ٹوک باہر نکلنے کی تلقین کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ بات مولانا شرر نے آج سے تقریباً پچھتر برس قبل کہی تھی اور لبعد اصرار کہی تھی۔ جو خاصی جرأت مندانہ ہے۔

## پردے کی مخالفت کیوں؟

دراصل مولانا شرر نے محسوس کر لیا تھا کہ اس مروجہ پردہ کے سبب مسلمانان ہند نے اپنی کثیر آبادی کو جاہل اور محض عضو معطل بنا کر رکھ دیا ہے جو معاشی، سماجی، تہذیبی اور مذہبی تقاضوں کے صریحاً خلاف ہے۔ یا تو اس عضو معطل کو کاٹ دو یا پھر اصلاح حال کی سبیل کرو، بصورت دیگر مادی ترقی ممکن نہیں۔

وہ دیکھتے تھے کہ ایک پردے کے سبب بے شمار برائیاں معاشرے میں جنم لے رہی ہیں۔ مثلاً شادی سے قبل لڑکا، لڑکی، ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے۔ نتیجتاً دو زندگیاں تباہ ہوگئیں یا لڑکا گریجویٹ بیگم جاہل اور اس جاہلیت کا سبب پردہ، کیونکہ لڑکیاں مدارس میں جا نہیں سکتیں اس لئے علم سے محروم، لہذا مولانا کی یہ بات قابل توجہ اور دعوتِ فکر دیتی ہے کہ اصل پردہ "عصمت" کا ہے۔

اسی طرح وہ تمام فرسودہ اور بے جان اقدار کے خلاف صف آرا نظر آتے ہیں، خواہ وہ

ں کی رسم ہو یا تعلیم نسواں کا مسئلہ ہو۔ عورت کا گھونگھٹ برقع اور گھر میں بند ہونا،
تمام قبیح رسومات کے خلاف شریعت قرار دیتے ہیں۔ اس باب میں وہ مولانا ذکاء اللہ کے
ریے سے بھی اتفاق نہیں کرتے اور اس ضرب المثل کو پیش کرتے ہیں کہ "گھونگھٹ میں میں
ہر بد برقع میں شہر، ڈولی میں خدا کا قہر"

اس ضرب المثل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پردہ اس وقت بھی بلائے جان تھا۔
ں اس وقت خواتین میں بغاوت کی جرأت نہ تھی کیونکہ خواتین پر علم کے دروازے بند تھے
شریعت اور عقلیت کے رموز سے آگاہ نہ ہو سکتی تھیں۔ لہذا مردوں کی لونڈی بنی رہیں
انا مخالفت کی وجہ موجود تھی کیونکہ خواتین کی آزادی سے مردوں کی حکمرانی متاثر ہوتی
ر آتی تھی۔

## حرف آخر

مولانا عبدالحلیم شرر اپنی تحریروں کے ذریعہ مسلمانانِ ہند میں معاشی، تہذیبی، سماجی
ی انقلاب لانا چاہتے تھے وہ فرسودہ اور بے جان اقدار کے شدید مخالف تھے وہ فی الحقیقت
لم خواتین کے محسن اعظم ہیں جنھوں نے عورت کے حقوق کے لئے سب سے پہلے آواز بلند کی۔ اسی
ح نہ صرف انہوں نے خواتین کی، سماجی حیثیت کو تسلیم کرایا بلکہ ملک و قوم کی ترقی میں خواتین کی
یت کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ وہ بجا طور پر لکھتے ہیں "عورتوں کی اس قدر نگہداشت
نے ہو کہ مانند قیدی چہار دیواری میں مقفل رکھتے ہو وہ کسی صورت میں روا نہیں ہے،
یہ خرابی تو نہ خانوں اور بڑی بڑی حویلیوں (کوٹھیوں) میں بھی پائی جاتی ہیں"۔

آج خواتین کو جو آزادی نصیب ہوئی ہے اس میں مولانا شرر کی پیش بینی، فکری اور
ی جدوجہد کا بھی بڑا حصہ ہے۔